Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

زاہدہ حنا کی لسانی تفہیم ("راہ میں اجل ہے" اور "تتلیاں ڈھونڈتی ہیں" کے تناظر میں)

عظمیٰ نورین، جی سی ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ

ڈاکٹر رفعت چوہدری، جی سی ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ

A Linguistic understanding of Zahida Hina

"Raah main ajal hai"and "Titliyan dhondti Hain"

Zahida Hina is the prominent living voice of 21st century.She is a reliable name and unique fiction writer of modern era, whose fiction is full of thoughts as well as language essentials. She supports a liberal and progressive concept of life. From the linguistic analysis of the two collections of legends that have been found ,it has been proved that the famous writer Zahida Hina is well versed in language and her fiction is eloquen. She is well aware of new similes, metaphors, techniques and knows every virtue of using them beautifully in her writings. She was nominated for acting but refused the award as a resistance against the military dictator. Apart from political and social awareness ,her fiction is also full of linguistic awareness and the text is also unparalleled. That is why her fiction is rich in eastern and western qualities.her linguistic awareness makes her the best position and status in literature.

Key Words: Reliable, Feminist voice, Linguistic, analysis, metaphors, awareness and fiction etc.

لسانیات عربی زبان کے لفظ" لسان" سے ماخوذ ہے۔اس کے معنی زبان کے ہیں۔لہٰذا لسانیات کے معنی "زبان کا علم" کے ہیں۔لسانیات دراصل زبان کے سائنسی مطالعہ کا نام ہے۔جو زبان کو اس کی داخلی ساخت کے اعتبار سے سمجھنے کی کوشش کرتی ہے۔ان میں اصوات، خیالات، سماجی صورتِ احوال اور معنی وغیرہ شامل ہیں۔لسانیات میں زبان خاص معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔یہ ایک ایسا منظم علم ہے جس کے ذریعے زبان کی ماہیت، تشکیل اور ارتقا، کے متعلق آگہی حاصل ہوتی ہے۔ اس علم سے ہمیں یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ زبان کیسے بنتی ہے۔وقت کے ساتھ بتدریج کیسے بدلتی ہے اور مختلف سماجی حالات میں اس سے کیسے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔لسانیات کا گہرا مطالعہ کرنے والے افراد کو "ماہر لسانیات" کہا جاتا ہے۔وہ زبان سے متعلق عوامل پر عمیق نگاہ ڈالتے ہیں کہ زبان کی آواز، الفاظ میں پوشیدہ خیالات و معنی اور زبانیں ایک دوسرے سے کیسے متصل ہیں ۔

لسانیات کا دائرہ کار زیادہ تر تحریری یا اشاراتی زبان کے بجائے بولی جانے والی زبان پر مرکوز ہے۔یہ زبان کے تجزیہ اور تحقیق کا ایک طریقہ ہے۔ لہٰذا ہم لسانیات کو زبان کی تنقید بھی کہہ سکتے ہیں۔یہ زبان کے ہر پہلو پر بحث کرتی ہے۔لسانیات(Linguistics)کا اردو ترجمہ ہے۔یونانی

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

زبان میں لفظ "فلولوجی" لسانیات کے معنوں میں مستعمل ہے، لیکن فلولوجی میں مطالعہ ادب کے ساتھ ساتھ زبان کا سائنسی مطالعہ بھی شامل ہے۔

محی الدین قادری زور نے لسانیات کو زبان کی ابتدا' ارتقا اور موت کے بارے میں ایک علم کا درجہ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"لسانیات اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے سے زبان کی ماہیت' تشکیل' ارتقا' زندگی اور موت کے متعلق آگاہی ہوتی ہے۔"(۱)

اسی طرح نامور محقق ڈاکٹر گیان چند جین لسانیات کی تعریف کچھ اس طرح سے کرتے ہیں کہ:

"لسانیات زبان کے سائنسی مطالعے کا نام ہے"۔(۲)

مختصر افسانہ انگریزی اصطلاح 'short story' کا اردو ترجمہ ہے۔ اس کے لیے بالعموم "افسانہ" کا لفظ مستعمل ہے۔ یہ ایک ایسی افسانوی صنف ادب ہے جسے مختصر دورانیہ میں پڑھا جا سکتا ہے، یعنی جسے 30 منٹ سے 1-2 گھنٹے کے دورانیہ میں ختم کیا جا سکے۔ یہ ایک بڑی کہانی کے ایک چھوٹے سے حصے کی طرح ہے، جو ایک مرکزی کردار، واقعہ یا تجربے پر مرکوز ہے۔ ناول نگار کی طرح افسانہ نگار کے لیے بھی حیات و زیست ادب کا موضوع ہوتا ہے لیکن اپنی وسعتوں اور پیچیدگیوں کے ساتھ افسانہ زندگی کے صرف ایک پہلو کی نقاب کشائی کرتا ہے۔ پوری زندگی کی بجائے صرف ایک گوشے کی جھلک دکھاتا ہے۔

سید وقار عظیم افسانے کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مختصر افسانہ ایک ایسی مختصر فکری داستان ہے جس میں کسی ایک واقعہ یا کسی ایک خاص کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں پلاٹ ہو اور اس پلاٹ کے واقعات کی تفصیلیں اس طرح گتھی ہوئی ہوں اور اس کا بیان اسی قدر منظم ہو کہ وہ ایک واحد تاثر پیدا کر سکے۔"(۳)

اردو زبان میں مختصر افسانہ بھی دیگر اصنافِ نثر کی طرح انگریزی ادب کی وساطت سے متعارف ہوا۔ اردو کے اولین افسانہ نگاروں میں منشی پریم چند، سجاد حیدر یلدرم، اور سلطان حیدر جوش شامل تھے۔ ان کے بعد علی عباس حسینی، سدرشن، اور اعظم کریوی تھے جنہوں نے پریم چند کی ادبی روایت کو جاری رکھا۔ علاوہ ازیں اردو کے دیگر مشہور افسانہ نگاروں میں حیات اللہ انصاری، سجاد ظہیر، رشیدہ جہاں، اختر حسین رائے پوری، احمد علی، کرشن چندر، عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، اوپندر ناتھ اشک، سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، غلام عباس، اور ممتاز مفتی شامل ہیں۔ یہ مصنفین تقسیم ہند کے بعد اپنی افسانہ نگاری کے لیے مشہور ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد نامور افسانہ نگاروں میں اشفاق احمد، احمد ندیم قاسمی، انتظار حسین، غلام الثقلین نقوی، مسعود مفتی، قدرت اللہ شہاب، الطاف فاطمہ، بانو قدسیہ، ہاجرہ مسرور، منشایاد، انور سجاد، خدیجہ مستور، جمیلہ ہاشمی اور فکشن میں اکیسویں صدی کی نمایاں جاندار اور توانا نسائی آواز زاہدہ حنا کی ہے۔

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

زاہدہ حنا ایک شاعرہ، صحافی، کالم نگار، ناول نگار اور افسانہ نگار کی حیثیت سے اردو ادب میں منفرد شناخت کی حامل ہیں۔ وہ بھارت میں پیدا ہوئیں لیکن بعد ازاں روشنیوں کے شہر کراچی منتقل ہو گئیں۔ انہوں نے کم سنی میں ہی کہانیاں لکھنا شروع کر دیں۔ کراچی یونیورسٹی سے گریجویشن کرنے کے بعد بطور صحافی ایک میگزین میں کام کرتے ہوئے ان کی ملاقات معروف شاعر جون ایلیا سے ہوئی۔ وہ بھی ایک ادبی رسالے انشاء میں بطور مدیر اپنی خدمات سر انجام دے رہے تھے۔ وہ معروف شاعر اور صحافی رئیس امروہوی کے چھوٹے بھائی تھے۔ بالآخر زاہدہ حنا اور جون ایلیا رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ جون ایلیا اور زاہدہ کی ۲ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی کے وسط میں ان کی شادی طلاق پر انجام پذیر ہوئی۔

زاہدہ حنا نے اپنے پورے کیریئر میں مختلف اخبارات اور ریڈیو اسٹیشنوں کے لیے بھرپور کام کیا۔ انہوں نے روزنامہ جنگ، روزنامہ ایکسپریس، پاکستان، وائس آف امریکا، بی بی سی اردو اور ریڈیو پاکستان میں بھی گراں قدر خدمات سر انجام دیں اور تاحال حالات حاضرہ اور معاشرتی موضوعات پر تسلسل سے قلم فرسائی کر رہی ہیں۔ ۲۰۰۶ء سے وہ "رس رنگ" میں ہفتہ وار کالم پاکستان ڈائری بھی لکھتی ہیں جو ہندوستان کے سب سے بڑے ہندی اخبار دینک بھاسکر کا سنڈے میگزین ہے آپ اپنے منفرد انداز میں ایک ترقی پسند دانش ور مصنفہ ہیں۔ ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں قومی اور بین الاقوامی اہم ادبی عزازات سے نوازا جا چکا ہے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ بلاشبہ یہ کسی بھی فن کا کی حوصلہ افزائی کا ایک اچھا طریقہ ہے کہ ان کے تخلیقی ہنر کی شناسائی اور ستائش ہو۔ زاہدہ حنا ایک خوددار اور بااصول مصنفہ ہیں کہ اگست ۲۰۰۶ء میں صدارتی ایوارڈ تمغہ برائے حسن کارکردگی فوجی آمر کے خلاف احتجاج کے طور پر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

زاہدہ حنا ایک حقیقت شناس ادیبہ ہیں جو تلخ حقائق بھی دلچسپ افسانوں کی صورت میں بیان کرنے کا ہنر رکھتی ہیں۔ رقص بسمل، تتلیاں ڈھونڈنے والی، عورت زندگی کا زنداں، نہ جنوں رہا نہ پری رہی، قیدی سانس لیتا ہے، راہ میں اجل ہے، درد کا شجر، درد آشوب، زرد پتوں کا بین (ٹی وی ڈراما)، تنہائی کا گھر ان کی اہم تخلیقات ہیں۔ فیض احمد فیض، ثمینہ رحمان اور محمد عمر میمن نے ان کی تصانیف کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے ان کی تحریری کاوشوں کو نہ صرف انگریزی ادب کی زینت بنا دیا بلکہ ادبی دنیا میں ان کے مقام و مرتبہ کو بھی قبولیت کی سند مل گئی۔

زاہدہ حنا عصر حاضر کی منفرد افسانہ نگار ہیں۔ ان کے افسانے فکری شعور کے ساتھ ساتھ زبان کے لوازمات سے بھی مزین ہیں۔ انہیں الفاظ اور زبان کے استعمال میں کمال مہارت حاصل ہے۔ ان کی تحریریں زیادہ تر قارئین کے لیے عام فہم نہیں ہوتیں لیکن جو لوگ زباندانی کے علم سے واقف ہیں وہ انھیں بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ ان کے پاس الفاظ کا بہت وسیع ذخیرہ ہے اور وہ اسے اپنی کہانیوں میں بخوبی استعمال کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ جب ہم ان کے افسانے پڑھتے ہیں، تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جو الفاظ اور تکنیکیں استعمال کرتی ہیں وہ واقعی میں نادر اور معنی آفریں ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ بہت سارے الفاظ ہیں جو روانی سے چلتے رہتے ہیں۔ وہ الفاظ کا استعمال اتنی آسانی سے کرتی ہیں کہ ان کی کہانیاں آپ کو لکھنؤ ی انداز میں لوگوں کے مابین گفتگو کی یاد دلاتی ہیں۔

بعض لوگ قدیم روایات پر قائم رہنا پسند کرتے اور جدیدیت سے نظریں چراتے ہیں۔ لیکن کسی بھی شعبہ زندگی میں کامیابی کے لیے زمانے کے بدلتے تقاضوں کا علم و فہم بھی ضروری ہے۔ آج دنیا میں نت نئی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ اس لیے ان کو سمجھنے کے لیے اچھا ذوق اور گہری نظر کا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح ادیب اور دانشور بھی تخلیقی عمل میں زبان و بیان کے تغیر و تبدل کے مراحل سے گزرتے ہیں۔ جمود کا شکار تحریریں ادب میں جلد دم توڑ جاتی ہیں جب کہ پختہ تحریریں ادب کے کینوس پر امر ہو جاتی ہیں۔ زاہدہ حنا زبان دانی کا خاص علم رکھتی ہیں جسے انہوں نے

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اکثر و بیشتر اپنے افسانوں میں برتا ہے۔ لہٰذا ہم نے ان کے افسانوں میں استعمال کردہ خاص الفاظ اور زبان کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ زاہدہ حنا دور جدید کے افسانوی ادب میں ایک معتبر اور معروف نام ہے۔ اپنے پہلے افسانوی مجموعے " قیدی سانس لیتا ہے " کے دیباچے میں کچھ یوں اظہار خیال کرتی ہیں:

"عورت ہونا، کہانیاں لکھنا، اختلاف کرنا، یہ ہمارے معاشرے کی تین خرابیاں ہیں۔
اور میں ان ہی کا مجموعہ ہوں۔ اسی لیے بہت کج مج ہوں، بہت بے ڈھب ہوں،
میری لکھی ہوئی کہانیاں بھی اتنی ہی کج مج اور بے ڈھب ہیں۔ مجھے اپنے باب میں نہ کوئی
خوش فہمی ہے۔ اور نہ کوئی دعویٰ ہے۔ جیسے سوئی کی نوک سے گوشت میں اتری ہوئی
پھانس نکالی جاتی ہے۔ اور پھر سکھ کا سانس لیا جاتا ہے۔ ویسے ہی میں نے اپنے ضمیر
اور شعور میں چبھی ہوئی پھانسوں کو قلم کی نوک سے نکالا ہے اور ورق پر رکھ دیا ہے۔
اب اگر یہ آپ کو چبھنے لگیں تو اس میں میرا کوئی دوش نہیں۔" (۴)

آپ ایک روشن خیال نظریہ اور ترقی پسند تصور حیات کی حامی ہیں۔ تاریخ سے خاص شغف رکھتی ہیں مگر اس حد تک کہ آشوب عصر کی معنویت تک رسائی ممکن ہو سکے۔ ان کے افسانے زیادہ تر علمی و ادبی مزاج کے حامل ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں کے مطالعہ کے لیے قاری کا صاحب علم اور باذوق ہونا لازم ہے۔ ان کے افسانوں کا اگر لسانی تجزیہ کیا جائے تو جو خصوصیات سامنے آتی ہیں ان پر ذیل میں روشنی ڈالتے ہوئے لسانی تفہیم تک رسائی ممکن بنانے کی سعی کی گئی ہے۔

زاہدہ حنا ایک صاحب طرز افسانہ نگار ہیں۔ ان کی تحریروں میں ان کا اسلوب بیان ہی ان کی پہچان ہے۔ وہ اردو زبان پر عبور رکھتی ہیں۔ نئے تشبیہات و استعارات اور مصطلحات سے بخوبی واقف ہیں اور انہیں خوبصورتی کے ساتھ اپنی تحاریر میں برتنے کا ہنر بھی خوب جانتی ہیں ۔ گویا وہ لفظوں کی بازی گر ہیں۔ بعض ادیب ایسے ہیں جن کے ہاں ہمیں زبان تو بہت خوبصورت، عمدہ، اور مزین ملتی ہے لیکن فکر و شعور کی گہرائی مفقود نظر آتی ہے جب کہ بعض ادیب ایسے ہیں جن کے ہاں فکر کے جوہر تو خوب دکھائی دیتے ہیں لیکن لسانیاتی اسلوب میں سقم پایا جاتا ہے۔ زاہدہ حنا کا شمار ان ادبا میں ہوتا ہے جو موضوعات اور لسان دونوں پر مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ بیان و بدیع جو کہ شاعری کا زیور سمجھا جاتا ہے اور نثر میں ان کا استعمال قدرے کم دیکھنے کو ملتا ہے لیکن ان کی تحریروں کی لسانی خوبی یہ ہے کہ تشبیہات و استعارات اور بیان و بدیع کا بر محل استعمال ان کی زباندانی کی دلیل ہے۔ جو کہ ان کی تحریر کو رعنائی عطا کرتی ہے۔ اس حوالے سے چند ایک مثالیں دیکھیے۔

"جاتی ہوئی دھوپ ستونوں سے لپٹ کر دھیرے دھیرے یوں اتر رہی ہے۔
جیسے کوئی آہستہ آہستہ تہ خانے کی سیڑھیاں اترتا ہے۔" (۵)

پھر ایک جگہ لکھتی ہیں کہ

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"محرابیں میری بانہوں کی مانند خالی اور ویران ہیں"۔(۶)

"اپنے افسانے 'زمیں آگ کی آسمان آگ کا' میں لکھتی ہیں":

"وہ شام غریباں ایسی شام۔۔۔۔۔وہ لٹی اور جلی ہوئی شام

جب انہیں گود میں اٹھا کر شکیل نے چادر لگے رکشے میں بٹھایا۔"(۷)

تتلیاں ڈھونڈنے والی' افسانہ میں ایک جگہ لکھتی ہیں:

"اماں اُس کا ہاتھ یوں تھامے ہوئے تھیں جیسے تیرنے والے

ڈوبنے والوں کا ہاتھ تھامتے ہیں۔"(۸)

استعارے کا استعمال کچھ اس طرح ہے:

"یہ بوڑھا لمس اس شام کتنا جوان تھا جب اس نے مجھے میرے کُل سے

جدا کیا تھا اور میں اس کی جدائی کا نوحہ نہ پڑھ سکی تھی، ماتم نہ کر سکی تھی

کہ میں گلاب کی ایک شاخ تھی۔ایک ایسی شاخ جو آج کے بوڑھے اور کل

کے جوان کو اس لئے بہت عزیز تھی کہ میں گلاب کے جس پودے کا حصہ تھی

اسے اس کے باپ نے محبت سے اپنے گھر کے آنگن میں لگایا تھا۔"(۹)

درج بالا اقتباسات میں تشبیہات و استعارات کا استعمال بخوبی دیکھا جاسکتا ہے جو تحریر کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہا ہے۔

زاہدہ حنا کا لسانی شعور خاصا پختہ ہے یہی وجہ ہے کہ وہ ایسے الفاظ سے تحریری عبارت کی تشکیل کرتی ہیں جو کم از کم عام قاری کی سمجھ سے بالاتر ہیں اور اسے سمجھنا صاحب علم افراد ہی کا کام ہے یا پھر وہ لوگ جو زبان سے خاصی واقفیت رکھتے ہیں وہ ہی ان کے استعمال کردہ الفاظ کے مطالب کو با آسانی سمجھ سکتے ہیں۔ان کے پاس الفاظ کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے جسے وہ بڑی مہارت اور چابکدستی کے ساتھ اپنے افسانوں میں برملا استعمال کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ان کے افسانوں کی عبارت کو پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے الفاظ و تراکیب کو موتیوں کی ایک لڑی میں پرو دیا گیا ہو۔گویا الفاظ کا ایسا لامتناہی اور لامحدود سلسلہ ہے جو ختم ہونے میں ہی نہیں آتا۔وہ اس قدر روانی کے ساتھ الفاظ استعمال کرتی ہیں کہ ان کے افسانوں پر لکھنوی زبان کی گہری چھاپ نظر آتی ہے جہاں

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

شاعری یا نثر کو الفاظ کی جادو گری کے طور پر برتا جاتا ہے۔ ان کے افسانوں سے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے۔

"کہانیوں کا ایک طومار تھا اور انسانوں کی نسلیں تھیں جو کہانیوں میں پناہ ڈھونڈتی تھیں۔
اسی لمحے ایمبولنس کے ڈرائیور نے ہیڈ لائٹ جلائی تھی اور گاڑی کی چھت پر لگا ہوا
سرخ بلب روشن کر دیا تھا۔ رات کی پہلی چاپ سے قدم ملا کر موت کا آگیا بیتال
سر پر جلتی ہوئی سرخ ہانڈی اٹھائے ویرانے میں دوڑنے لگا تھا۔ اس راستے پر کیا
جانے والا گزشتہ اور موجودہ سفر گڈ مڈ ہونے لگتا ہے۔ نام اور چہرے ایک دوسرے
میں گم ہونے لگتے ہیں۔ میں خاک کے بھاگتے ہوئے تودوں پر نظر ڈالتی ہوں اور
شاہ پور کا چہرہ میری نگاہوں میں طلوع ہوتا ہے۔"(۱۰)

اس طرح ایک اور جگہ رقمطراز ہیں:۔

"گندگی کے انبار سے بچتے ہوئے اور بھنبھناتی ہوئی مکھیوں سے الجھتے ہوئے
ہم ان گنت نگاہوں کے حصار میں تھے۔۔۔۔۔۔ اس کی عمر شاید پندرہ یا سولہ
سال ہو گی۔ بال سیاہ زیتون کے رنگ کے تھے اور بدن جیسے بلور کا بنا ہوا یا شاید
سیل کھری میں چٹکی بھر سیندور ڈال کر اس کا خمیر اٹھایا گیا تھا۔ نہانے کی توفیق
جانے کب سے نہیں ہوئی تھی، تب ہی ہاتھوں اور ننگے پیروں پر میل کی تہیں
صاف نظر آرہی تھیں۔"(۱۱)

درج بالا اقتباسات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ زبان پر ان کی گرفت کس قدر مضبوط اور پختہ ہے۔ الفاظ کا استعمال اس قدر روانی اور تسلسل کے ساتھ کر رہی ہیں کہ کہیں پر بھی خلا محسوس نہیں ہوتا اور کہیں بھی گمان نہیں ہوتا کہ ان کے پاس الفاظ کی کمی ہے، بات سیدھی سادی ہو یا پیچیدہ، وہ اسے بہترین لفظی خلعت پہنانے کا ہنر جانتی ہیں۔ وہ اپنی بات کو بہترین الفاظ میں پہنچانے کی صلاحیت رکھتی ہیں اور یہ بات ان کی فصاحت کی دلیل ہے۔ تلمیح دراصل الفاظ یا الفاظ کے ایسے مجموعہ کا نام ہے جس کے ذریعے مختصر الفاظ میں کسی تاریخی' سیاسی' اخلاقی یا مذہبی واقعے کی طرف اشارہ کیا جائے۔ اس کا استعمال عموماً شاعری میں کیا جاتا ہے۔ اس کی مدد سے ہم کم الفاظ میں زیادہ مطالب کو بیان کر سکتے ہیں۔ زاہدہ حنا کے افسانوں میں ہمیں تلمیحات کا استعمال بھی ملتا ہے۔ مثلاً وہ شام غریباں، فوج شام جیسی تلمیحات کا استعمال کرتی ہیں۔

درج ذیل اقتباس میں اس کی مثال درج ذیل ہے:

"وہ شام غریباں ایسی شام۔۔۔۔۔ وہ لٹی اور جلی ہوئی شام جب انہیں
گود میں اٹھا کر شکیل نے چادر لگے رکشے میں بٹھایا۔"(۱۲)

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مذکورہ بالا جملے میں "شام غریباں" کی تلمیح استعمال کی گئی ہے جو کہ اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے جب تاریخ میں ایک انتہائی افسوسناک واقعہ پیش آیا جسے واقعہ کربلا کہا جاتا ہے۔یہ فرزند حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور نواسۂ رسول حضرت امام حسین،ان کے خاندان اور دوستوں کے ساتھ پیش آیا۔ یزید نے اس معرکہ میں میدان کربلا میں حضرت امام حسینؑ ان کے بیٹوں، بھائیوں اور اصحاب پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے اور انہیں شہید کر دیا گیا۔اس کے بعد بی بی زینبؑ اور دیگر کی ردائیں چھین کر خیموں کو آگ لگا دی گئی۔اس ظلمت شب میں بی بی پاک کا سب کچھ لٹ گیا اور وہ بے یار و مددگار، تن تنہا ظالموں کے گھیراؤ میں تھیں تو اسی نسبت سے اس شام کو شام غریباں کہا جاتا ہے۔

زاہدہ حنا نے شہنشاہ بانو کی بے بسی اور لاچاری کو بیان کرتے ہوئے یہ تلمیح استعمال کی ہے کیونکہ شہنشاہ بانو بھی اکیلی ظالموں کے نرغے میں پھنس گئی اور حق بجانب ہوتے ہوئے بھی اس کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔گویا یہ اس کی بھی شام غریباں ہی تھی کہ ساری عمر جس شوہر کے ستم برداشت کیے۔وہی اس کی جائیداد ہڑپ کر گیا۔اب ذرا سا جواب دینے پر اسے بڑھاپے میں گھر سے بے گھر کر رہا تھا۔جب شہنشاہ بانو اس سے نان و نفقے کا تقاضا کرتی ہے تو اس کے رد عمل میں اس کا شوہر اسے گستاخ کہہ کر طلاق دے دیتا ہے۔لیکن پھر بھی عدالت شہنشاہ بانو کے شوہر کو نان و نفقہ کی پابند ٹھہراتی ہے۔جس کے نتیجے میں اس پر کفر و شرک کے فتوے لگا دیے جاتے ہیں اور لوگ اس کی جان کے در پے ہو جاتے ہیں جس کا اظہار مصنفہ کچھ یوں کرتی ہیں۔

"دباؤ بڑھتا گیا۔۔۔۔فتوے فروشوں کا، قوم کا، بیٹے اور بہو کا اور پھر اب سے چند گھنٹوں پہلے

ہزاروں فرزندان توحید کا ایک جم غفیر بعد نماز جمعہ ان کے محلے میں داخل ہوا۔لوگ اللہ اکبر

کے نعرے لگاتے ہوئے ان کی اپنی گلی اور آس پاس کی گلیوں میں بھر گئے۔ناگاہ فوج شام سے

تیر ستم چلے۔گھر کے دروازے پر دیواروں پر پتھر برس رہے تھے، آنگن میں گر رہے تھے۔

سہ دری میں ان کی نماز کی چوکی تک آ رہے تھے، پھر دروازہ چولوں پر سے ہلایا جانے لگا۔"(۱۳)

درج بالا اقتباس میں فوج شام کی تلمیح استعمال کی گئی ہے۔فوج شام جو کہ بظاہر مسلمان اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے لیکن اسلام کے نام پر فتویٰ لگا کر فرزند رسولؐ کو ظلم و ستم کی اذیت کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔فرزند رسولؐ کو شہید کر رہے تھے اور اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے تھے ،امام نماز پڑھ رہے تھے اور ان پر تیروں کی بوچھاڑ کی جا رہی تھی۔شہنشاہ بانو بھی تو بے قصور و بے خطا تھی لیکن اسلام کے نام پر اس پر بھی کفر و شرک کے فتوے لگائے جا رہے تھے اور اور اسلام کے نام پر دہشتگردی کرنے والی یا ظلم و ستم کرنے والی فوج ان کے گھر پر پتھر برسا رہی تھی جبکہ وہ پتھر حالت نماز میں ان کی چوکی کے قریب گر رہے تھے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

الغرض مصنفہ نے معاشرے کی منافقانہ تصویر کشی عمدہ انداز میں کی ہے۔ اس عکاسی کے لیے انہوں نے بہترین زبان و بیان کا انتخاب کیا ہے اور موقع محل کے مطابق تلمیحات کا استعمال کرتے ہوئے تحریر کی معنویت میں اضافہ بھی کر دیا ہے جو اس کے حسن کو بھی دوبالا کر رہا ہے۔ اسماء اسم کی جمع ہے اور اسم کسی بھی نام کو کہا جاتا ہے، خواہ وہ کسی چیز یا شخص، جگہ یا پھر کسی کیفیت کا ہو۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اردو ایک لشکری زبان ہے جس میں دیگر زبانوں کے الفاظ شامل ہیں اور اب بھی یہ بہت سی زبانوں کا اثر قبول کرتی ہے۔ اس بات سے بلاشبہ اردو زبان کو قابل قدر فائدہ پہنچا ہے لیکن اس کا کہیں نہ کہیں نقصان بھی ہے۔ مثلاً آج کل اردو میں انگریزی کے الفاظ کو کثرت کے ساتھ برتا جا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ عوام خالص اردو الفاظ سے ناواقف ہے جبکہ انگریزی الفاظ سے واقفیت کہیں زیادہ ممکن ہو رہی ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ اکثر اردو کے الفاظ کے معنی سمجھانے کے لیے انگریزی زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ مشتاق احمد یوسفی نے اپنے ایک مضمون میں کہا تھا کہ پہلے اردو میں بہت سے رنگوں کے نام ہوا کرتے تھے جیسے شَنگَرفی، مَلاگیری، کَبُودی، شُتُری، زُمُرّدی، قرمزی وغیرہ۔ لیکن اب ان کے نام تو در کنار معنی تک سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ اسی طرح دیگر اشیا کے معاملے میں بھی ایسا ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ گھر کے کپڑے ہوں یا برتن سب کے نام انگریزی میں ہی رائج العمل ہیں جبکہ اردو اسماء موجود تو ہیں لیکن ان کا استعمال نہیں کیا جاتا جو کہ ایک زبان کی ترویج و ترقی میں بڑی حد تک رکاوٹ کا باعث ہے۔

ہمارے اکثر ادیبوں کے ہاں بھی یہی صورت حال ہے کیونکہ انگریزی الفاظ رائج العمل ہیں اور ان سے ہر کوئی شناسا ہے۔ زاہدہ حنا کی یہ لسانی کاوش قابل قدر ہے کہ انہوں نے اپنے افسانوں میں رنگوں اور اشیاء کے اردو اسماء بیان کیے ہیں جس کا فائدہ یہ ہے کہ زاہدہ حنا کو پڑھنے والے کم از کم ان ناموں سے واقف ہو جائیں گے اور زبان کے فروغ کے لیے یہ ایک احسن قدم اور کاوش ہے۔

> ”اس کی دکان کا سامان بھی منفرد اور خوش نما تھا۔ پشت پر بنے ہوئے طاقچے میں دودھیا سفید روغن والے پیالے، گلدان، آرائشی صراحیاں، رکابیاں اور مرتبان رکھے تھے جن پر کاسنی، شرقی، زمردیں اور زعفرانی رنگوں کے بیل بوٹے تھے۔ طاقچے میں مردوں اور عورتوں کے سر تھے۔ تیکھے خدوخال والے ان چہروں کے نقوش بہت مہارت سے ابھارے گئے تھے۔ بالوں کی لٹیں، رخسار کا ابھار، ہونٹوں کا خم، ان چہروں پر گندھارا کی کھدائی سے برآمد ہونے والے سروں کی خفیف سی شباہت تھی۔ وہی آریائی خطوط، وہی کھنچی ہوئی نیم خوابیدہ، نیم بیدار آنکھیں۔ اس کے دائیں ہاتھ میں کمائی ہوئی مٹی کی ایک لوئی تھی اور بایاں ہاتھ چکیت کو گردش دے رہا تھا۔ زمانہ گردش میں تھا اور چاک کی گردش پر صراحی کی گردن ڈھل رہی تھی۔“(۱۴)

اسی طرح ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"وہ سفید رنگ کا پنج شانہ شمع دان تھا اور اس پر بنفشی، طاؤسی، زعفرانی، لاجوردی اور
ترمزی رنگ سے شجر کائنات کی شاخیں کڑھی ہوئی تھیں۔ پنج رنگی روغنی کڑھت روشنی
میں دھوپ چھاؤں کا سا منظر پیش کر رہی تھی اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے رنگ اس
شمع دان پر منجمد نہ ہوں، سفید روغن کے نیچے سانس لے رہے ہوں۔ حرکت میں ہوں۔" (۱۵)

درج بالا اقتباس میں دیکھا جا سکتا ہے کہ کس قدر خوبصورتی کے ساتھ زاہدہ حنا نے اردو اسماء کا استعمال ممکن بنایا ہے۔ یہ الفاظ نہ صرف تحریر کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہے بلکہ ان کے لسانی شعور کا بھی منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دراصل ایسی تحریریں ہی ہمارا ادبی اثاثہ ہیں جو واقعتاً ہمارے سماج کے ساتھ ساتھ ہماری زبان کی بھی نمائندگی کرتی ہیں۔

صرفی خصوصیات کے ساتھ ساتھ اگر نحوی خصوصیات پر غور کریں تو زبان سرفہرست ہے۔ زبان ایک ایسا وسیلہ اظہار اور تحریر کا اہم حصہ ہے جس کے ذریعے ہم اپنے خیالات یا اپنا نقطہ نظر دوسروں تک بہم پہنچاتے ہیں ۔ مختلف ادبا اپنی تحریر کو خاص اور منفرد بنانے کے لیے مختلف الفاظ اور انداز بیاں اختیار کرتے ہیں۔ کچھ لکھنے والے سادہ اور آسان الفاظ استعمال کرتے ہیں اور کچھ زیادہ تر پیچیدہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ کچھ مصنفین چیزوں کا موازنہ کرنے یا اظہار خیال کرنے کے خاص طریقے بھی استعمال کرتے ہیں۔ اس سے ان کی تحریر کسی حد تک دوسروں سے منفرد دکھائی دیتی ہے۔

بعض حضرات مخصوص تشبیہات و استعارات یا انداز بیاں اپناتے ہیں جو ان کے اسلوب میں ڈھل کر ان کی پہچان بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر میر تقی میر اور غالب کے کلام کا اپنا ایک منفرد اسلوب ہے جس کی بنا پر ان کے کلام کو دیگر شعرا کے کلام میں بھی انفراد حاصل ہے۔ زاہدہ حنا کی زبان دانی کی اگر بات کی جائے تو ان کے افسانوں میں علمی ادبی زبان کی چاشنی نظر آتی ہے۔ وہ سہل زبان استعمال نہیں کرتیں جو کہ ہر عوام و خواص کی سمجھ میں آجائے بلکہ ان کی تحریریں ایک خاص علمی و ادبی مزاج رکھتی ہیں جنہیں صرف صاحب ذوق اور سنجیدہ قاری ہی سمجھ سکتے ہیں۔ وہ تحریروں میں جابجا تراکیب، تشبیہات و استعارات، دیگر زبانوں کے الفاظ و تراکیب کے ساتھ ساتھ اردو زبان بھی خالص ادبی انداز میں استعمال کرتی ہیں۔ زمیں آگ کی آسماں آگ کا' کے اقتباس میں زاہدہ حنا کے زبان و بیان کی واضح مثال ہے۔

"لقا جادو گرنی بھسم ہوئی۔ منیر شامی اگن بان بنا۔ افراسیاب جادو یوں جلا جیسے آتشی قلم۔ شہرزاد،
دنیازاد، چندر مکھی، مہتابی کی طرح راکھ ہوئیں۔ جعفر برمکی، ہارون الرشید تارا منڈل ہوئے۔ بغداد کا
دربار، اندر سبھا کے کردار اگن چادر بنے، اندھیرے میں چمکے، لہرائے اور بجھ گئے۔
زمیں آگ کی آسماں آگ کا، جدھر دیکھئے اک سماں آگ کا۔ لفظوں کی چتائیں، گھیر لا
غیرت کے شمشان میں چیختی رہیں، جلتی رہیں۔" (۱۶)

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

بھسم، اگن بان، آتشی قلم، تارامنڈل ہوئے، اگن چادر بنے، لفظوں کی چتائیں، شمشان، چٹختی تمام الفاظ ایسے ہیں کہ جو زبان زد عام نہیں ہیں اور ان کے معنی و مطالب سے بھی عوام کی اکثریت ناواقف ہے کیونکہ یہ خالص ادبی زبان کے الفاظ ہیں جن کا استعمال زاہدہ حنا نے بڑی مہارت کے ساتھ کیا ہے۔یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ بہترین خیالات کا اظہار موزوں ترین زبان کے ذریعے کرنے کی اہلیت رکھتی ہیں۔زاہدہ حنا کے افسانوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اردو کے علاوہ دیگر زبانوں سے بھی خاصی واقفیت اور دلچسپی رکھتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے افسانوں میں ہمیں اردو زبان کے علاوہ انگریزی، فارسی اور ہندی الفاظ و تراکیب کا استعمال بھی ملتا ہے۔ اردو کے علاوہ دیگر زبانوں کا استعمال بہت زیادہ کثرت سے تو نہیں کرتیں البتہ بعض جگہوں پر موقع محل کے مطابق ان کا استعمال ضرور کرتی ہیں۔

درج بالا اقتباس میں بھسم، اگن، چتائیں، شمشان ہندی کے الفاظ ہیں۔

"زبان سے بانس کی شناسائی کا ذکر آیا تو حسن میاں نے دو قدم آگے بڑھ کر بانس کو مخاطب کیا۔

"دوش دیدم سہ ملائک در میخانہ زدند گل آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند۔" بانس اس بر محل شعر پر پھڑک گیا

اور ان کا ہاتھ تھام کر اس طرف چلا آیا جہاں شاہ پور اور میں بیٹھے ہوئے تھے۔یہ دونوں فارسی اور انگریزی

میں ایک دوسرے سے کلام کرتے رہے۔۔۔۔۔۔۔دونوں ایک دوسرے پر یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ کون

زیادہ بڑا حافظِ حافظ ہے۔پھر بانس نے حافظ کا وہ مرثیہ سنانا شروع کیا جو اس نے جواں مرگ بیٹے کی موت پر

لکھا تھا۔ناگہش سیل فنا نقش امل باطل کرد" بانس مصرعہ اولی پڑھتا اور مصرعہ ثانی حسن میاں سناتے"

چہ کنم بازئی ایام مرا غافل کرد۔"(۱۷)

درج بالا اقتباس میں فارسی اشعار کا بر محل استعمال بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔

جذبات و احساسات کے اظہار کے لیے کرداروں کی باہمی گفتگو کو مکالمہ کہتے ہیں۔افسانے میں عموماً مکالمے کم ہوتے ہیں لیکن یہ بھی ایک فن کار کی فنی پختگی کا ثبوت ہوتا ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ مصنف بہت قابلیت کا حامل ہے اور صرف چند الفاظ میں کرداروں کے بارے میں بہت کچھ بتا سکتا ہے۔ زاہدہ حنا ایک ایسی ہی قابل مصنفہ ہیں جو ہر کردار کے لیے مختلف انداز گفتگو اور زبان استعمال کرتی ہیں ۔ زاہدہ حنا کے افسانوں کا جائزہ لینے سے یہ بات نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ ان کے کرداروں کے مکالمے اس کسوٹی پر پورا اترتے ہیں کہ ان میں لسانی لوازمات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر کردار کی زبان اس کی شخصیت کے مطابق استعمال کی گئی ہے۔یعنی اگر کوئی کردار پولیس افسر ہے، تو وہ پولیس افسر کے انداز میں بات کرے گا۔ اگر وہ کارکن ہے تو کارکن کی طرح بات کرے گا اور اگر کوئی کردار تعلیم یافتہ نہیں ہے تو وہ اس انداز میں بات کرے گا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پڑھا لکھا اور خواندہ نہیں ہے۔ زاہدہ حنا نے ان افسانوں میں اردو زبان کے ساتھ ساتھ فارسی، انگریزی اور ہندی کو بھی موقع محل کے مطابق بڑی خوبصورتی کے ساتھ برتتے ہوئے پختہ لکھاری کا ثبوت دیا ہے۔

جس کا نمونہ آپ درج ذیل مکالموں میں دیکھ سکتے ہیں۔

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"بہت جور کی نیند آرہی ہے امی۔" مہدی نے فریاد کی۔

میری جان بس ابھی کچھ دیر میں سو جانا مجھ سے تھوڑی سی باتیں اور کرلو" نرجس کی

آواز لرزنے لگی "کل صبح تمہیں مما اپنے گھر لے جائیں گے۔ وہ تمہیں کہانیاں سنائیں گے،

بازار لے کر جائیں گے، جاؤ گے نا؟" سچ امی؟ ہمارے ساتھ آپ بھی بجار چلیں گی نا؟'

مہدی نیند کو بھول کر اٹھ بیٹھا۔"(۱۸)

درج بالا اقتباس میں مہدی کے مکالمے میں زور کی جگہ "جور" اور بازار کی جگہ "بجار" کا لفظ کردار کی مناسبت سے استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ زاہدہ حنا نے مکالماتی زبان میں بھی اپنے ہنر کی کاری گری کے جوہر خوب دکھائے ہیں اور ہر کردار کی مناسبت سے زبان کا بر محل استعمال کیا ہے۔

جس کا نمونہ آپ درج ذیل مکالموں میں دیکھ سکتے ہیں۔

"صاحب جی بچہ سو رہا ہے، جگ نہ جائے۔" وارڈن مریم نے حد ادب کو عبور کرتے

ہوئے آنے والوں کو لجاجت سے یاد دلایا۔ "اچھا، بک بک مت کر، بڑی آئی بچے کی سگی۔

سپرنٹنڈنٹ نے اس کو تیز آواز میں جھڑکا۔

"SIR, I REQUEST YOU NOT TO TALK LOUDLY"

نوجوان مجسٹریٹ نے ایک نظر سوئے ہوئے مہدی پر ڈالی اور پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔"(۱۹)

ناول میں عام طور پر مناظر کشی تفصیل کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ جبکہ افسانے میں منظر نگاری نسبتاً مختصر ہوتی ہے لیکن اگر زاہدہ حنا کے افسانوں کا جائزہ لیں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ وہ افسانوں میں بھی تفصیل سے منظر نگاری اور تصویر کشی کا فن خوب جانتی ہیں۔ ان کے زیادہ تر افسانوں کا آغاز بھی کسی طویل منظر سے ہی ہوتا ہے اور یہاں پر بھی وہ اپنی زبان کے جوہر دکھاتی ہوئی الفاظ کی خوب صورت تراش خراش سے اس طرح تصویر کشی کرتی ہیں کہ گویا قاری وہ منظر براہ راست دیکھ رہا ہو اور چشم دید گواہ ہو۔ ایسی منظر کشی کو ہم محاکات نگاری کا نام بھی دیتے ہیں اور یہ محاکات نگاری زاہدہ حنا کے افسانوں کی ایک نمایاں خوبی ہے جس کی ایک جھلک آپ ذیل میں بھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"میں اپنی بوجھل پلکیں اٹھا کر اسے دیکھتی ہوں۔ یہ جو ابھی لمحہ بھر پہلے زندہ ہوئی تھی اب پھر خاموش ہو گئی ہے۔ ساکت و صامت، منجمد۔ رات کے گیارہ بج گئے حالانکہ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے شام نے ابھی چند ساعت پہلے آنکھ کھولی ہو۔ دور سے پٹاخوں کی آواز آ رہی ہے۔ لڑکے شب برات منانے میں مصروف ہیں۔ چند گھنٹے پہلے تو شہر میں آتش بازی چھوٹ رہی تھی، پھلجھڑیاں، پٹاخے، انار، آگ کے پھول ہنستے ہوئے بلند ہو رہے تھے پھر بجھ کر زمین پر گر رہے تھے۔ انسانوں کا، آوازوں کا، قہقہوں کا اور مداراتوں کا ہجوم ہے۔ پھر بھی کیسی تنہائی ہے۔ جیسے ہو کا عالم ہو، جیسے یہاں کوئی سانس بھی نہ لیتا ہو، ہجوم تو محض دل بہلاوا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ کھانا ختم ہوئے دیر ہو چکی اب کونیک کا دور چل رہا ہے۔ بلوریں پیمانوں میں ارغوانی شراب چھلک رہی ہے۔ کچھ دیر پہلے دھیمی آواز میں روی شنکر کی انگلیوں کا جادو جاگ رہا تھا اور ستار کی جان لیوا آواز سارے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ قہقہوں، باتوں اور پیمانوں کی کھنک پر اب کسی اور کی آواز کا سایہ ہے۔ طبلے کی آواز سے دل پر چوٹ لگتی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی اب کسی اور کی وحشی رہوار جو دل کو اپنی ٹاپوں سے روند رہا ہے۔ رات کے سناٹے میں ریل کی آواز مجھے ہمیشہ بہت اداس کرتی ہے۔ دور جاتی ہوئی، معدوم ہوتی ہوئی آواز۔ ریل قبرستان کے پہلو سے گزرتی ہے اور میں ان شکستہ اور پختہ قبروں کو دیکھ رہی ہوں جو ریل کی پٹری کے ساتھ ساتھ دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ دھنسی ہوئی بے چراغ قبریں۔ شام ان قبروں کے کتبوں پر بسیرا کر رہی ہے۔ جابجا اگے ہوئے بیری کے پیڑوں پر بیٹھی چڑیاں ریل کی آواز سے دہشت زدہ ہو کر اڑ رہی ہیں۔" (۲۰)

محولہ بالا اقتباس میں زاہدہ حنا کی منظر کشی زبان کی مہارت کا عمدہ نمونہ ہے۔ انہوں نے بہترین اور موزوں الفاظ کو موزوں ترین پیرائے میں یوں سمویا ہے جس سے ان کے افسانوں میں جزئیات نگاری کی گوہر افشانی ہوتی ہے۔ وہ افسانے میں کسی بھی جزو کو نظر انداز نہیں کرتیں جس کا نمونہ درج ذیل عبارت میں واضح دکھائی دے رہا ہے۔

"وہ گلی ہماری تمام پسماندہ بستیوں اور محلوں کی گلیوں جیسی گندی تنگ و تاریک اور اوبڑ کھابڑ تھی۔ ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی اور ایک دوسرے کو کہنی مارتی ہوئی۔ کمر خمیدہ اور سیلن زدہ عمارتوں نے سہ پہر کے شفاف آسمان کو تقریباً نگل لیا تھا۔ ہر جانب لاغر اور ننگے بچوں، چیختی چلاتی عورتوں، سیاہ رو اور نیم برہنہ مردوں کا، مٹی اور غلاظت کے انبار کا راج تھا۔ ہر طرف مفلسی کی بو تھی۔ جگہ جگہ گدھے کھڑے تھے۔ ٹاٹ کے جھولی میں مٹی کا بوجھ اٹھائے۔ دکانوں کے طاقچوں میں مٹی کی صراحیاں، گلاس، رکابیاں، چلم، کوزے اور آبائی ظروف تھے۔ اس ساز و سامان کے سائے میں چاک گڑے تھے اور ان کے دور پر برتن ڈولے جا رہے تھے۔ تغاریوں میں کمائی ہوئی مٹی تھی۔ اندر بھٹیاں دہک رہی تھیں اور ان میں برتن پک رہے تھے یا پکائے جانے کے منتظر تھے۔" (۲۱)

جیسے مصور کینوس پر کسی شخص کی تصویر کھینچتا ہے، اسی طرح الفاظ سے کسی انسان کی تصویر کشی سراپا نگاری کہلاتی ہے۔ زاہدہ حنا کے افسانوں میں ہمیں سراپا نگاری کے نمونے بھی جابجا دیکھنے اور پڑھنے کو ملتے ہیں۔ جیسا کہ وہ لرقم طراز ہیں۔

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"چلتے چلتے میری نظر اس پر پڑی اور میں تھک گئی۔ اس کی عمر شاید پندرہ یا سولہ سال ہوئی۔
بال سیاہ زیتون کے رنگ کے تھے اور بدن جیسے بلور کا بنا ہوا یا شاید سیل کھری میں چٹکی بھر سیندور
ڈال کر اس کا خمیر اٹھایا گیا تھا۔ نہانے کی توفیق جانے کب سے اسے نہیں ہوئی تھی۔ تب ہی
ہاتھوں اور پیروں پر میل کی تہیں صاف نظر آ رہی تھیں۔"(۲۲)

درج بالا عبارت میں مصنفہ نے ایک بچے کی سراپا نگاری کے بیان میں بھی زبان کے جوہر دکھاتے ہوئے تشبیہات کا خوب صورت استعمال کیا ہے جیسا کہ اس کے بدن کو بلور سے تشبیہ دی گئی ہے۔ خوب صورتی کے ساتھ ساتھ صفائی کے فقدان کا بیان بھی برجستہ انداز میں کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ محولہ بالا بیان کردہ تمام مطالب زاہدہ حنا کے لسانی شعور اور زبان کی مہارت پر دلالت کرتے ہیں۔ 'راہ میں اجل ہے' اور 'تتلیاں ڈھونڈنے والی' دونوں افسانوی مجموعوں کے لسانی تجزیے سے جو نکات ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ادب کا دائرہ کار شاعری اور نثر کے امتزاج پر مبنی ہے۔ ہر زبان کی صنف ادب میں زبان و بیان کا استعمال لسانی عناصر سے بہر طور ترکیب پاتا ہے۔ ادبی دنیا میں نامور ادیبہ زاہدہ حنا زبان و بیان پر کمال مہارت رکھتی ہیں اور ان کے افسانے فصاحت و بلاغت کے حامل ہیں۔ وہ الفاظ کی بھی بازی گر ہیں اور مختلف تشبیہات، استعارات اور تراکیب جو کہ شاعری کا حسن اور زیور سمجھے جاتے ہیں اور نثر میں ان کا استعمال عام طور پر کم ہوتا ہے لیکن زاہدہ حنا علم بیان و بدیع کو افسانوں میں برتنے کا بھی کمال ہنر رکھتی ہیں۔ ان کے افسانے سیاسی و سماجی شعور کے علاوہ لسانی شعور سے بھی بھرپور ہیں یعنی ان کے افسانے صرفی و نحوی خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا لسانی شعور انہیں ادبی دنیا میں بہترین مقام و مرتبے کا حامل ٹھہراتے ہوئے قارئین کے لیے افسانوں کی لسانی تفہیم کی معنویت کو ممکن بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محی الدین قادری؛ ڈاکٹر زور، 'ہندوستانی لسانیات' لاہور: مکتبہ معین الادب، ۱۹۶۱ئ، ص ۲۱

۲۔ پروفیسر گیان چند جین عام لسانیات ترقی اردو بیورو نئی دہلی 1985 ص 17

۳۔ سید وقار عظیم، فن افسانہ نگاری، اردو مرکز، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۳۸-۳۹۔

۴۔ زاہدہ حنا، قیدی سانس لیتا ہے، کتابیات پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۳۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۵۔زاہدہ حنا، تتلیاں ڈھونڈنے والی، الحمد پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص۹۔

۶۔زاہدہ حنا، تتلیاں ڈھونڈنے والی، الحمد پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص۹۔

۷۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۲۴۔

۸۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۶۳۔

۹۔زاہدہ حنا، تتلیاں ڈھونڈنے والی، الحمد پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۲۔

۱۰۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۳۴-۳۵۔

۱۱۔۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۳۶۔

۱۲۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۲۴۔

۱۳۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۲۸۔

۱۴۔زاہدہ حنا، تتلیاں ڈھونڈنے والی، الحمد پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۹۲-۱۹۳۔

۱۵۔زاہدہ حنا، تتلیاں ڈھونڈنے والی، الحمد پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۲۱۱-۲۱۲۔

۱۶۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۱۳۔

۱۷۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۴۷۔

۱۸۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۷۰۔

۱۹۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۶۶۔

۲۰۔زاہدہ حنا، تتلیاں ڈھونڈنے والی، الحمد پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۱۶-۱۱۷۔

Vol.6 No.3 2023
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۲۱۔زاہدہ حنا، تتلیاں ڈھونڈنے والی، الحمد پبلی کیشنز، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۱۹۲۔

۲۲۔زاہدہ حنا، راہ میں اجل ہے، تخلیق کار پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۳۶۔